ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ضمان پر عوض لینے کا شرعی حکم: قائلین ومانعین کی ادلہ کا جائزہ

SHARIA ORDER TO TAKE EXCHANGE ON GUARANTEE: ANALYSIS OF THE ARGUMENTS OF THOSE WHO SAY IT IS PERMISSIBLE AND THOSE WHO SAY IT IS NOT PERMISSIBLE.

☆**Dr. Abdul Rehman**: Lecturer Islamiat, G.M.G. College, G.M Abad Fsd.
phdinislamiat@gmail.com
****Muhammad Haroon:** Lecturer Arabic, Govt Graduate College J.M.S. Bhawana, Chiniot
haroonbinmajeed@gmail.com

Abstract

Islamic law is the final and comprehensive law from Allah Almighty. In the Islamic Law, the legislative rules are in accordance with the natural nature of man. All aspects of human life have been considered in it. And the most prominent aspect of his life is his economy. While the economy is connected with the financial life of a person and the main aspect of earning wealth is trade and business. And every transaction in which the first party gives the ownership and benefit of something to the second party in exchange for something is called trade. For example, the first party may give ownership of a property to another in exchange for something or the first party benefits the other by any act or thing of his own in return for any consideration. Therefore, the main components of trade are property, compensation and profit-But there are some things which are sometimes beneficial and sometimes not. For example, to guarantee someone or become someone's sponsor etc., can it be profitable in commercial activities ?What is the status and purpose of this guarantee and sponsorship in the light of Sharia? Can profits or benefits be obtained by them in Sharia? This is the most important issue of the present age which has both opinions about its legitimacy and its illegitimacy. But it is not possible that both permissible and impermissible rulings can be found in the same issue at the same time. Therefore, in this research article, the arguments of those who say it is permissible and those who say it is not permissible, are being examined so that the Sharia order of exchange on guarantee can come out clearly.

Keywords: Guarantee - Compensation - Loan - Evidence - Overview

تمہید:

شریعت اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری اور جامع شریعت ہے۔اس میں تشریعی احکام انسان کی فطرتی طبع کے عین مطابق ہیں۔اس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیاہے اوراس کی زندگی کا نمایاں ترین پہلو اس کی معاش ہے۔ جبکہ معاش انسان کی مالی زندگی سے عبارت ہے اور مال کے کمانے کا مرکزی پہلو تجارت اور کاروبار ہے۔ اور ہر اس معاملہ کو تجارت کہا جاتا ہے جس میں فریق اول فریق ثانی کو کسی عوض کے بدلے کسی چیز کی ملکیت اور نفع دیتا ہے، مثلا فریق اول اپنی کسی مملوکہ چیز کی ملکیت کسی دوسرے کو کسی عوض کے بدلے میں دے دے، یا فریق اول کسی عوض کے بدلے اپنے کسی عمل یا چیز کے ذریعہ دوسرے کو نفع پہنچائے۔ الغرض تجارت کے بنیادی ارکان میں ملکیت، عوض اور نفع سر فہرست ہیں۔ لیکن کچھ امور ایسے ہیں جو بعض دفعہ نفع کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض دفعہ نہیں بھی رکھتے، مثلا کسی کو ضمان دینا یا کسی کا کفیل وغیرہ بننا۔ کیا تجارتی سرگرمیوں میں یہ نفع ونقصان کے موجب بن سکتے ہیں؟ شریعت کی نظر میں اس ضمان وکفالت کی حیثیت اور مقصد کیا ہے؟ کیا شرعی اعتبار سے ان کے ذریعہ نفع یا فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ یہ موجودہ دور کا اہم ترین مسئلہ ہے جس میں جواز اور عدم جواز پر مشتمل دونوں آراء پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ شرعی لحاظ سے ایک ہی مسئلہ میں جواز اور عدم جواز دونوں حکم ایک ہی وقت میں پائے جاتے ہوں۔ لہٰذا بحث ہذا میں قائلین اور مانعین کی ادلہ اور ان کا جائزہ لیا جارہا ہے تاکہ ضمان پر عوض ونفع لینے کا شرعی حکم واضح طور پر سامنے آسکے۔

ضمان کا لغوی مفہوم:

ضمان عربی زبان کا لفظ ہے جو بابِ افعال کا مصدر ہے، اس کے کئی لغوی معانی ہیں، ان میں سے اہم اور مشہور معانی مندرجہ ذیل ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

شامل ہونا– احتواء یعنی ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل کردینا اور ایک دوسرے میں شامل کردینا۔[1]

لازم ہونا– التزام یعنی کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلینا، اور اگر اس کو باب تفعیل سے لایا جائے تو معنی ہوگا کہ کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم کرنا۔[2]

کفالت– کفالہ یعنی کسی چیز کو اپنی ذمہ داری میں لینا، اپنی کفالت میں لینا۔[3]

تاوان– تغریم یعنی کسی کو چٹی پڑ جانا، زیر تاوان آنا، کسی کی حامی بھری مگر وہ حامی میں مغلوب ہوگیا اور تاوان تلے آگیا۔[4]

اصطلاحی معنی و مفہوم:

عمومی طور پر فقہاء کرام ضمان کے دو اصطلاحی معانی مراد لیتے ہیں؛

1- تاوان؛ یعنی کسی چیز کے تلف کردینے یا کسی کو نقصان پہنچادینے پر نقصان بھرنا۔

2- کفالت؛ یعنی دوسرے شخص پر عائد واجب کی ذمہ داری قبول کرنا۔

دوسرا معنیٰ باحث کی بحث کا مرکز و محور ہے۔ فقہاء کرام ان الفاظ (کفالۃ، حمالۃ، زعامۃ، قبالۃ اور صبارۃ وغیرہ) سے یہی معنیٰ مراد لیتے ہیں۔ اور جو شخص یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے فقہاء کرام اسے (ضامن، ضمین، کفیل، حمیل، زعیم، قبیل اور صبیر) وغیرہ سے موسوم کرتے ہیں۔ اسی لیے مذاہب اربعہ میں اس موضوع کو مختلف نام کے ابواب میں ذکر کیا جاتا ہے، جیسا کہ کتب احناف میں عموماً (باب الکفالۃ) میں ذکر کیا جاتا ہے، اور کتب مالکیہ میں (باب الضمان، باب الحمالۃ، باب الکفالۃ) میں ذکر کیا جاتا ہے، اور کتب شافعیہ میں (باب الضمان اور باب الکفالۃ) میں ذکر کیا جاتا ہے اور اسی طرح کتب حنابلہ میں بھی (باب الضمان) میں ذکر کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ فقہاء کرام کے نزدیک اس کی اصطلاحی تعریف کئی اسالیب سے کی گئی ہے۔

احناف کے ہاں ضمان کی تعریف:

"ضم الذمة إلى الذمة في المطالبة"[5]

حق دعویٰ کے وقت ضامن کی ذمہ داری کا مضمون عنہ کی ذمہ داری کیساتھ مل جانا۔ یعنی استدعا پر ضامن کا اپنے مضمون عنہ کی ذمہ داری کا ذمہ اٹھانا اور اسے پورا کرنا۔

مالکیہ کے ہاں ضمان کی تعریف:

"أنه التزام مكلف غير سفيه دينًا على غيره"[6]

عاقل مکلف کی طرف سے دوسرے کے قرض کو اپنے اوپر لینا

شافعیہ کے ہاں ضمان کی تعریف:

"التزام حق ثابت في ذمة الغير، أو إحضار عين مضمونة أو بَدن من يستحق حضوره"[7]

---

[1] : ابن فارس، احمد،معجم مقاييس اللغہ، دار الفكر، بيروت، 1979م، ج: 13، ص: 257-258
Ibn-e- faris, Ahmad, Mujam maqayis allughh, dar alfikri, bayrut, 1979m, vol: 13, page 257-258

[2] : الفيومى، أحمد بن محمد، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، المكتبة العلمية، بيروت، ج: 2، ص: 364
Alfayumi, 'Ahmad bin Muhamad, almisbah almunir fi ghurayb alsharh alkabira, almaktabat aleilmiati, birut, vol: 2, page: 364

[3] : الجوهري، إسماعيل بن حماد، الصحاح، دار العلم للملايين، بيروت، 1407هـ، ص: 2155
Aljawhari, 'iismaeil bin hamadi, alsahaH, dar aleilm lilmalayini, birut, 1407H,, page 2155

[4] : أيضا
Aidathan

[5] : المرغيناني، علي بن أبي بكر، الهداية شرح البداية، المكتبة الإسلامية، ج:3، ص: 87
Almirghinani, eali bin 'abi bakr, alhidayat sharh albidayati, almaktabat al'iislamiati, ja:3, page: 87

[6] : الصاوي، أحمد بن محمد الخلوتي، حاشية الصاوي على الشرح الصغير، دار الكتب العلمية، بيروت، ج: 3، ص: 272
Alsaawi, 'ahmad bin muhamad alkhuluti, hashiat alsaawi ealaa alsharh alsaghira, dar alkutub aleilmiati, bayrut, vol: 3, page: 272

[7] : زكريا، الأنصاري أسنى المطالب، دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ، ج: 2، ص: 235

غیر کے ذمہ ثابت شدہ حق کو اپنے اوپر لینا، یا مضمون شدہ چیز کو مہیا کرنا، یا اس شخص کو لا حاضر کرنا جس کا حاضر ہونا مطلوب ہو۔

حنابلہ کے ہاں ضمان کی تعریف:

"هو ضم ذمة الضامن إلى ذمة المضمون عنه في التزام الحق، فيثبت في ذمتهما جميعًا"[8]

حقوق کی پابندی کے لیے ضامن کے ذمہ کا مضمون عنہ کے ذمہ سے جاملنا، اس طرح سے دونوں کے ذمہ میں حق کا جمع ہو جانا۔

آخری الذکر تعریف جامع ترین ہے کیونکہ اس میں عموم پایا جاتا ہے یعنی مالی ذمہ داری کی ضمانت کے ساتھ ساتھ کام کی ادائیگی کی ذمہ داری کی ضمانت بھی شامل ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا تعریفات میں کئی ابحاث زیر بحث آسکتی ہیں مگر بحث ھذا میں صرف مال اور اعمال کی ذمہ داری اٹھانے پر جو ضمان دی جاتی ہے اس پر اجرت لینے کے تصور کا شرعی حکم معلوم کرنے پر تحقیق کی جائے گی۔

ارکان ضمان:

ضامن: اس سے مراد وہ شخص ہے جو مقروض کے قرض کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔

مضمون عنہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو مقروض ہے، جس کے قرض کی ضامن نے ذمہ داری اٹھائی ہو۔

مضمون لہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو مقرض ہے یعنی جس نے قرض دیا تھا۔

مضمون بہ: اس سے مراد قرض ہے۔

ضمان پر عوض لینے کے مانعین اور ان کی ادلہ جائزہ

ضمان پر عوض لینے کے مانعین:

مذاہب اربعہ اور اہل ظاہر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضمان پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔ یہی موقف امام سفیان ثوری، ابن منذر اور امام طبری کی طرف منسوب ہے، جس کی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے، حتیٰ کہ بعض نے تو اس کے عدم جواز پر اجماع بھی نقل کیا ہے اگرچہ وہ محل نظر ہے۔

مانعین کی ادلہ اور ان کا جائزہ:

دلیل اول:

امام ابن منذر اس بات پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ ضمان پر اجرت حلال نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ رقمطراز ہیں؛

"أجمع من نحفظ عنه من أهل العلم على أن الحمالة بجعل يأخذه الحميل لا تحل، ولا تجوز"[9]

اہل علم کا اجماع ہے کہ ضمانت بذریعہ اجرت جو ضامن لیتا ہے، حلال نہیں ہے، جائز نہیں ہے۔

الشیخ الدردیر اس مسئلہ کو غیر مختلف فیہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ؛

ضمان کو جعل کے ساتھ اختیار کرنا، اس کے ممنوع ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے ضمان، الجاہ اور القرض کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے قرار دیا ہے، اس پر عوض لینا حرام ہے۔

وقال الدردير: «وأما صريح ضمان بجعل فلا خلاف في منعه؛ لأن الشارع جعل الضمان والجاه والقرض لا تفعل إلا لله تعالى، فأخذ العوض عليها سحت»[10].

---

zakarya, al'ansariu 'asnaa almatalibu, dar alkutub aleilmiati, bayrut, 1422H, vol: 2, page: 235

[8] : ابن قدامة، عبد الله بن أحمد، المغني مع الشرح الكبير، دار الحديث القاهرة، 1968م، ج: 6، ص: 313

Ibn-e- qudamata, eabd allh bn 'ahmadu, almughaniy mae alsharh alkabira, dar alhadith alqahirati, 1968m, vol: 6, page: 313

[9] : ابن المنذر، محمد بن إبراهيم، الإشراف على مذاهب أهل العلم، لابن المنذر، دار إحياء التراث الإسلامي، 1406هـ، ج:1، ص: 120

Ibn-e- almundhara, muhamad bin 'iibrahima, al'iishraf ealaa madhahib 'ahl aleilmi, liIbn-e-almundhiri, dar 'iihya' alturath al'iislami, 1406H, ja:1, page 120

[10] : الدردير، سيدي أحمد، الشرح الكبير، دار الفكر، 2008م، ج: 3، ص: 77

aldirdir, sayidi 'ahmadu, alsharh alkabira, dar alfikri, 2008m, vol: 3, page: 77

اعتراض:

ضمانت پر اجرت کی ممانعت پر اجماع کا دعویٰ قابل نظر ہے، کیونکہ بہت سے اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ امام اسحاق ابن راہویہ جو امام منذر سے بھی پہلے کے امام ہیں۔ اسی طرح شیخ الازھر الشیخ علی الخفیف، الشیخ عبد الرحمن عیسیٰ، الشیخ عبد الحلیم محمود، الشیخ عبد الرحمن السعدی اور الشیخ عبد اللہ البسام وغیرہ۔[11]

اعتراض کا جواب:

یہ اجماع صرف امام منذر رحمہ اللہ نے ہی نقل نہیں کیا بلکہ ان کے علاوہ بھی کئی علماء نے نقل کیا ہے۔ اور متاخرین کا یہ اختلاف اس کی حیثیت محفوظ کی ہے، اس سے اجماع میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ جبکہ امام اسحاق ابن راہویہ کا موقف قابل غور ہے، اگر یہ ان سے صحیح اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے تو واقعی اس اجماع کی حیثیت بدل جائے گی۔ لیکن امام اسحاق کی عبارت قطعی طور پر اس معنیٰ پر دلالت نہیں کرتی جو قائلین نے پیش کی ہے۔ کیونکہ امام اسحاق کے الفاظ کچھ یوں ہیں "ما أعطاه من شيء فهو حسن"[12]، ان الفاظ میں احتمال واضح طور پر پایا جارہا ہے کہ اس سے مراد مکافاۃ ہو سکتا ہے، نا کہ معاوضہ۔ کیونکہ قرض پر جب مکافاۃ غیر مشروط ہو تو جائز ہوتا ہے۔ اسی احتمال کی تائید امام منذر کے اقتباس میں موجود ہے کہ "اجمع من نحفظ عنہ..." کیونکہ اگر قطعی طور پر ضمان کے باب میں ہوتی تو امام منذر ایسا کبھی نہ کہتے۔ لہٰذا اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔

دلیل ثانی:

ضمان ایک نیکی کا کام ہے، جس میں لوگوں کے ساتھ خیر خواہی اور احسان کرنا مقصود ہوتا ہے، نیز لوگوں کے مالی حقوق کا تحفظ بھی اس کی اغراض میں شامل ہوتا ہے۔ اس میں ضامن کی نیت خیر سگالی کی ہوتی ہے نہ کہ تجارت کی۔ جبکہ اگر کوئی یہاں معاضہ کا مطالبہ کر دے یا اس کا خواہاں ہو تو اس کی مقصدیت مفقود ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ضمان پر اجرت لینا اس کے مقاصد کے خلاف ہے۔ جیسا کہ علامہ ابہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

"لا يجوز ضمان بجعل؛ لأن الضمان معروف، ولا يجوز أن يؤخذ عوض عن معروف وفعل خير كما لا يجوز على صوم ولا صلاة؛ لأن طريقها ليس لكسب الدنيا"[13]

ضمان کسی اجرت یا معاوضہ کے ساتھ جائز نہیں، کیونکہ ضمان ایک نیکی کا کام ہے، اور نیکی کے کام پر معاوضہ نہیں لیا جاتا ہوتا، جیسا کہ نماز اور روزے پر نہیں لیا جاتا، کیونکہ ان کا مقصد دنیا کمانا نہیں ہوتا۔

اعتراض:

بالفرض ضمان ایک نیکی کا کام ہے، لیکن اس کے باوجود اگر طرفین راضی ہوں تو اس کو معاوضہ میں بدلنا جائز ہے۔ جیسا کہ فقہی احکام میں اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں، مثلاً؛ ہبہ میں اگر طرفین راضی ہوں تو اس کو عقد معاوضہ میں بدل سکتے ہیں، جیسا کہ ہبۃ الثواب (یعنی جس میں کوئی چیز اجر و ثواب کی نیت سے دی گئی ہو) میں ہوتا ہے۔[14]

---

[11] : ابن المنيع، عبد الله، التأمين بين الحلال والحرام، مركز الفيصل للبحوث، ص: 21 – 22
aibn almuniei, eabd allah, altaamin bayn alhalal walharami, markaz alfaysal lilbuhutH, page 21 - 22

[12] : الكوسج، إسحاق بن منصور بن بهرام، مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، عمادة البحث العلمي، المدينة المنورة، 2002م، ج: 6، ص: 3055
alkusaj, 'iishaq bin mansuar bin bihram, masayil al'iimam 'ahmad wa'iishaq bin rahuiiH, eimadat albahth aleilmii, almadinat almunawarati, 2002m, vol: 6, page: 3055

[13] : العبدري، محمد بن يوسف، التاج والإكليل لمختصر خليل، دار الكتب العلمية، 1994م، ج:7، ص: 57
aleabdari, muhamad bn yusuf, altaaj wal'iiklil limukhtasar khalil, dar alkutub aleilmiati, 1994m, ja:7, page: 57

[14] : ابن رشد، محمد بن أحمد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، دار الحديث القاهرة، 2004م، ج: 2، ص: 404

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اسی طرح وکالہ جس میں آپ اجرت لے بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی، دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ اگر اجرت لے لیں گے تو اس کا حکم اجارہ میں بدل جائے گا اور اگر نہیں لیں گے تو یہ ایک نیکی کا کام شمار ہو گا۔

اسی طرح ودیعہ بھی ایک نیکی اور رضاکارانہ کام ہے جس میں آپ کسی دوسرے کی چیز کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس میں بھی آپ اجرت اور معاوضہ لے سکتے ہیں، جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں فتویٰ موجود ہے۔[15]

مزید یہ کہ نیکی کے کاموں میں معاوضہ لینا کوئی قباحت والی بات بھی نہیں ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دم کرنے پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہے۔ اور دم کرنا ایک نیکی کا کام ہے، اگر اس پر اجرت لینا جائز ہے تو اس نیکی کے کام پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔

اعتراض کا جواب:

پہلی بات تو یہ کہ جن عقود کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے، ان میں یہ نہیں ہوتا ہے کہ درمیان میں یا بعد میں اس کی شکل بدل لی جاتی ہو، یعنی ابتداء میں وہ عقود بطور نیکی ہوں اور آخر میں کسی اجرت یا معاوضہ کا مطالبہ کر لیا جائے یا مطالبے میں بدل جائے۔ بلکہ حقیقت میں ان کی ابتداء ہی میں یہ چیز طے ہو جاتی ہے کہ اس میں اجرت ہو گی یا نہیں۔ لہٰذا جب ابتداء ہی میں معاوضہ طے ہو گیا تو وہ تبرع یعنی نیکی کے کام سے نکل کر تجارت و بیع کے حکم میں چلا گیا۔ جیسا کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں؛

" الهبة تمليك فإذا شرط فيها العوض كانت تمليكا بعوض وهذا تفسير البيع وإنما اختلفت العبارة ولا عبرة باختلافها بعد اتفاق المعنى كلفظ البيع مع لفظة التمليك."[16]

"ہبہ دوسرے کو کسی چیز کی ملکیت سونپنے کا نام ہے، لیکن جب اس میں کسی معاوضہ کی شرط لگا دی جائے تو یہ بیع کا ہی ایک مفہوم ہے۔ بس الفاظ ہی مختلف ہوں گے وگرنہ معنیٰ تو ایک ہی ہے، یعنی تملیک اور بیع اس صورت میں ایک ہی چیز ہیں"۔

دوسری بات یہ کہ ضمان کو عوض کی شرط لگانے کے جواز کے لیے وکالہ اور ودیعہ پر قیاس کرنا درست نہیں، یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ وکالہ میں وکیل کوئی نا کوئی سرگرمی اور ذمہ داری عمل میں لاتا ہے، اور اس عمل کے بدلے وہ اپنا معاوضہ لے سکتا ہے۔ اسی طرح ودیعہ میں مُودع بھی مال کی حفاظت کو یقینی بنانے کا کام کرتا ہے اور یہ اس کام کے بدلے معاوضہ لے سکتا ہے۔ یعنی وکالہ اور ودیعہ میں معاوضہ کام کے بدلے لیا جاتا ہے جبکہ ضمان میں ضامن کوئی کام سرانجام نہیں دیتا، اس لیے یہ قیاس اصولی طور پر درست نہیں۔

اور پھر یہ ضمان پر عوض لینے کے جواز پر استدلال کہ دم کرنا ایک نیکی اور معروف کا کام ہے اور اس پر اجرت لینا ثابت ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہاں بھی فرق موجود ہے۔ ضامن کوئی بھی عمل نہیں کرتا جس کا اس کو معاوضہ یا اجرت وغیرہ ملے، جب کہ دم میں راقی (دم کرنے والا) اپنے عمل کا معاوضہ لیتا ہے۔

دلیل ثالث:

ضمانت پر معاوضہ لینا، قرض سے استفادہ کی ایک صورت ہے جو سود کے زمرے میں آتی ہے۔[17]

وضاحت: مثال کے طور پر زید نے بکر کے قرض کی ضمانت اٹھائی۔ ادائیگی کے وقت بکر میں صلاحیت نہیں تھی اور چونکہ زید ضمانت دے چکا تھا، تو زید نے بکر کو قرض دیا تاکہ بکر ادائیگی کے قابل ہو سکے۔ اب اگر زید بکر سے اس قرض کی ادائیگی پر عوض کا مطالبہ کرتا ہے یا مطالبہ کے بغیر اس چیز کا عوض لیتا ہے تو یہ قرض سے نفع کمانے کے مترادف ہو گا اور یہ سود ہے۔

Ibn-e- rushda, muhamad bin 'ahmadu, bidayat almujtahid wanihayat almuqtasidi, dar alhadith alqahirati, 2004m, vol: 2, page: 404

[15] : لجنة العلماء، الفتاوى الهندية، دار الفكر، 1310هـ، ج: 4، ص: 342

lajnat aleulama'i, alfatawaa alhindiatu, dar alfikri, 1310H, vol: 4, page: 342

[16] : الكاساني، أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، 1986م، ج: 6، ص: 119

alkasani, 'abu bakr bn maseudin, badayie alsanayie fi tartib alsharayiea, dar alkutub aleilmiati, 1986m, ju: 6, page: 119

[17] : ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى، دار الوفاء، 2005م، ج: 29، ص: 334

Ibn-e- taymiata, 'ahmad bin eabd alhalimi, majmue alfatawaa, dar alwafa'i, 2005m, ja: 29, page: 334

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

جیسا کہ امام ابن عابدین رقمطراز ہیں؛

" الكفيل مقرض في حق المطلوب، وإذا شرط له الجعل مع ضمان المثل فقد شرط له الزيادة على ما أقرضه فهو باطل؛ لأنه ربا"[18]

ضامن قرض ادا کرتا ہے اس شخص کی جانب سے جس پر مطالبے کا وقت آ چکا ہوتا ہے۔ اور جب ضامن اپنی ضمان کے ساتھ ساتھ جعل (اضافی نفع) کی بھی شرط رکھ دے، تو گویا اس نے قرض پر اضافہ کا مطالبہ کیا، جبکہ یہ ربا کے زمرے میں آنے کی وجہ سے باطل ہے۔

امام مازری لکھتے ہیں کہ؛

جب ضامن اپنے مضمون کی جانب سے حق ادا کر دے اور پھر اپنے مضمون سے اداشدہ حق کو لینے کے ساتھ کوئی معاضہ یا نفع لے تو گویا اس نے سلف (قرض) میں اضافہ لیا۔

اس بارے میں امام ابن قدامہ کی عبارت بہت واضح ہے، وہ رقمطراز ہیں کہ؛

"وأما الكفالة، فإن الكفيل يلزمه الدين، فإذا أداه وجب له على المكفول عنه، فصار كالقرض، فإذا أخذ عوضا صار القرض جارا للمنفعة، فلم يجز"[19].

ضمانت کے سلسلہ میں ضامن کو قرض ادا کرنا پڑتا ہے اور جب یہ ادا کرتا ہے تو اصل مقروض جو کسی وقت دوسرے کا مقروض تھا اب اس کا مقروض ہو جاتا ہے۔ اب جب یہ ضامن قرض کے عوض کچھ حاصل کرتا ہے تو یہ ایسے قرض کی مانند ہے جس سے فائدہ کمایا جائے، جو جائز نہیں۔

اعتراض:

یہاں پر یہ دلیل صحیح نہیں ہے، کیونکہ ضامن جو عوض لے رہا ہے وہ قرض پر نہیں لے رہا، بلکہ وہ اس التزامی ذمہ داری پر لے رہا ہے جس کا اس نے بار اٹھایا ہوا ہے۔ کیونکہ عوض تو ایک حق ہے جو ہر ذمہ داری نبھانے پر لیا جا سکتا ہے۔ اور ویسے بھی اگر مکفول یعنی مضمون اپنے قرض کو بغیر مشکل کے ادا کر دیتا ہے اور ضامن تک نوبت نہیں پہنچتی، تب تو ضامن کسی قسم کے عوض کا حقدار نہیں ہوتا۔ لہذا یہ ایک جُعل (رضاکارانہ) ہے جس پر عوض دینا اور لینا شرعا مباح ہے۔

اعتراض کا جواب

دلیل پر یہ اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ قرض اور قرض پر پہرا داری اور ذمہ داری لازم ملزوم ہیں۔ جب قرض ہوگا تو ظاہر ہے اس کی ذمہ داری بھی ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا کہ قرض ہو اور ذمہ داری نہ ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود لازم آتا ہے۔ لہذا کفیل پر جہاں قرض آتا ہے تو ذمہ داری بھی خود بخود آ جاتی ہے، اور چونکہ یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ذمہ داری پر عوض لیا جا رہا ہے نا کہ قرض پر، حالانکہ یہ لازم وملزوم ہیں۔ لہذا مانعین کی دلیل اول پر یہ اعتراض قابل التفات نہیں ہے۔ بلکہ یہ دلیل کافی حد تک مستحکم و قوی ہے۔

دلیل رابع:

ضامن کا محض قولی التزام کے عوض اجرت یا معاوضہ لینا شرعا جائز نہیں، جیسا کہ سورت النساء میں ہے کہ " {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ} "[20]۔ اب چونکہ ضامن نہ تو کوئی پیسہ خرچ کرتا ہے جس کی بناء پر وہ معاوضہ وغیرہ لے سکے اور نہ ہی کوئی سرگرمی عمل میں لاتا ہے جس کی اسے اجرت ملے۔ لہذا ضامن کا بلا کسی عوض کے دوسرے کا مال لینا مذکورہ آیت کی روشنی میں جائز نہیں۔ جیسا کہ امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

[18] : ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، دار إحياء التراث العربي، 2002م، ج: 6، ص: 242

Ibn-e- najimi, zayn aldiyn bin 'iibrahima, albahr alraayiq sharh kanz aldaqayiq , dar 'iihya' alturath alearbii, 2002m, ju: 6, page: 242

[19] : ابن قدامة، المغني ج:4، ص: 244

Ibn-e- qudamata, almughaniy ja:4, page 244

[20] : النساء 4: 29

alnisa' 4: 29

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

"لأن الجعل إنما يستحق في مقابلة عمل، وليس الضمان عملا فلا يستحق به جعلا"[21]

جعل (معاوضہ) صرف کسی کام کے بدلے ہی مقرر کیا جاسکتا ہے، جبکہ ضمان کوئی عمل نہیں ہے، اس لیے اس کا جعل (معاوضہ) مقرر کرنا درست نہیں ہے"

اعتراض:

ضمانت ایک قابل قدر عمل ہے، اور مضمون کو اس کے مالی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جب اس عمل سے مضمون کو فوائد حاصل ہوسکتے ہیں تو اس کا معاوضہ کیوں نہیں بن سکتا؟ یقیناً بن سکتا ہے۔[22]

اعتراض کا جواب:

سب سے پہلے اگر کہا جائے کہ ضمانت میں کوئی عمل حقیقت پایا جاتا ہے، جس کا معاوضہ بنتا ہے تو فی الواقع درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ضمانت میں ضامن کا صرف ایک قولی اقرار کے کچھ نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ معاملہ کے آخر پر ضامن کو مضمون کی طرف سے مال ادا کرنا پڑتا ہے، یہ ایک عمل ہے یعنی مضمون کی طرف سے قرض کی ادائیگی۔ تو یہ تو حقیقت ہے کہ یہ واقعی عمل ہے۔ لیکن ضامن کی یہاں اس وقت حیثیت مقرض (قرض دینے والے) کی ہے اور جب وہ قرض پر عوض کی شرط لگائے گا تو بالا جماع یہ عمل حرام ہو گا۔

دوسرا پھر اگر یہاں یہ منطق مان لی جائے تو یہی منطق پھر قرض میں بھی کہی جاسکتی ہے، بلکہ بالاولیٰ اس میں کہی جاسکتی ہے، کیونکہ جو شخص قرض ادا کرتا ہے وہ تو بہت بڑا احسان کرتا ہے، اگر معاوضے کا کوئی مستحق ہے تو پہلے یہ قرض دینے والا حقدار ہے کہ اس کو معاوضہ دیا جائے۔ لیکن قرض دار کو معاوضہ دینا بالا جماع حرام ہے۔

دلیل خامس:

ضمان پر عوض لینے غرر کا پہلو پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ ناجائز ہے۔ جیسا کہ زید خواہ ہو اور بکر سے کہے کہ میرے قرض (جس کی مبلغ سو روپے ہے) کے ضامن بن جاؤ، میں تمہیں اس ضمانت کے الگ سے دس روپے دیتا ہوں۔۔۔ اب یہاں دو احتمال ہیں، پہلا کہ زید قرض لے کر فرار ہو جائے، جس سے بکر کو 90 روپے کا نقصان ہو۔ یا زید اپنا قرض بلا مشقت ادا کر دے اور بکر مفت میں دس روپے حاصل کرے۔ لہٰذا اس پہلو کے پیش نظر ضمان پر معاوضہ لینا جائز نہیں۔

اعتراض:

یہاں ضامن کو جو معاوضہ دیا جارہا ہے وہ قرض کے بدلے نہیں ہے، بلکہ وہ تو صرف حامی بھرنے اور محض ضامن بننے کے عوض ہے۔[23]

اعتراض کا جواب:

یہ بات تو طے شدہ ہے کہ صرف منہ زبانی ضامن بن جانا، ایک ذہنی تصور کے سوا کچھ نہیں، جس کا فی الواقع کوئی وجود نہیں۔ اور جو چیز بطور الزام اختیار کی جائے وہ تب تک جاری رہتی ہے جب تک متعلقہ کام مکمل نہ ہو جائے، اور یہاں متعلقہ کام مضمون کے قرض کی ادائیگی ہے، اور یہ معاوضہ واضح طور پر قرض پر التزام کے بدلے ہے۔ درحقیقت یہ معاوضہ قرض پر ہی آلوٹتا ہے، جو شرعاً حرام ہے۔

دوسرا پھر اگر صرف حامی بھرنے اور التزام اختیار کرنے پر عوض لینا جائز ہے تو اس کی کوئی ثابت نص پیش کی جانی چاہیے تھی۔

---

[21] : الماوردي، علي بن محمد، الحاوي الكبير، دار الكتب العلمية، 1999م، ج: 6، ص: 443
almawirdi, ealiu bin muhamadi, alhawiu alkabira, dar alkutub aleilmiati, 1999m, ju: 6, page: 443

[22] : مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ج: 2، ص: 978
majalat majmae alfiqh al'iislami, ja: 2, page: 978

[23] : نزيه، حماد، قضايا فقهية معاصرة في المال والاقتصاد، دار البشير، جدّه، 2001م، ص: 306
nuziH, hamadi, qadaya fiqhiat mueasirat fi almal waliaqtisadi, dar albashir, jddh, 2001m, page 306

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

تیسرا جب یہ معلوم ہے کہ صرف التزام کے بدلے معاوضہ یا اجرت نہیں لی جاسکتی تو، کونسی صورتوں میں لی جاسکتی ہے؟ یہ صرف جعل کی چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ممکن ہوسکتی ہے۔ پہلی صورت میں مضمون اگر اپنا قرض خود ادا کر دیتا ہے تو ضامن بلا عوض جعل کا مستحق بن جاتا ہے۔ دوسری صورت میں ضامن اگر مضمون کی طرف سے قرض ادا کرتا ہے اور بعد میں مضمون سے وصول کر لیتا ہے تو ضامن نے یہ جعل الگ سے کس بناء پر حاصل کیا؟ تیسری صورت میں ضامن اگر مضمون کا قرض ادا کر دیتا ہے تو احتمال ہے کہ مضمون اس کے بعد مفلس ہو جائے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے اور ضامن کو چٹی پڑ جائے! چوتھی صورت میں مضمون ضامن کو قرض کی ادائیگی میں بے انتہاء تاخیر کر دے جو ضامن کے لیے مالی نقصان کا سبب بنے۔

ان چاروں صورتوں میں ضامن کو غرر کا خدشہ ہے۔ اس غرر کی وجہ سے ضمان پر عوض لینا جائز معلوم نہیں ہوتا۔

ضمان پر عوض کے قائلین کی ادلہ اور ان کا جائزہ

ضمان پر عوض کے قائلین:

ضمان پر مطلق طور پر یا مشروط طور پر عوض لینے یا دینے میں متقدمین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ جبکہ متاخرین میں سے بعض اس کے جواز کے قائلین ہیں۔ ان میں سے سر فہرست الشیخ عبد الرحمن بن سعدی کے دو اقوال میں سے ایک قول ملتا ہے، لیکن قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حتما اس موقف کے قائل تھے کیونکہ ان کی طرف منسوب دو موقف سامنے آتے ہیں ایک میں وہ قائل نظر آتے ہیں اور دوسرے میں عدم جواز کی طرف مائل نظر آتے ہیں، جس کی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔ ان کے علاوہ جو واقعی طور پر اس موقف کے قائلین ہیں ان میں الشیخ علی الخفیف، عبد اللہ بن منیع، احمد علی عبد اللہ، زکریا البری، مصطفیٰ عبد اللہ الھمشری اور محمد مصطفیٰ الشنقیطی شامل ہیں۔[24]

قائلین کی ادلہ اور ان کا جائزہ

دلیل اول: "الخراج بالضمان"[25] قاعدہ کی بناء پر ضمان پر عوض لینا جائز ہے۔

وضاحت: اس قاعدہ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص مثال کے طور پر گائے خریدے اور چند دن بعد گائے میں کوئی عیب نظر آجائے تو اس کے کیلیے شرعی طور پر حق موجود ہے کہ اس گائے کو واپس کر دے اور جتنے دن دودھ استعمال کیا اس کی قیمت واپس نہیں کرے گا کیوں یہ اس ذمہ داری کے بدلے میں ہے جو اس نے اٹھا رکھی تھی کہ ان دنوں کے دوران اگر یہ گائے تلف ہو جاتی تو سارا نقصان اس کو اٹھانا پڑتا تھا۔ لہذا اگر یہاں ذمہ داری اٹھانے پر عوض کا تصور اور حق موجود ہے تو ضمان پر عوض کا حق بھی جائز ہے۔

دلیل کا جائزہ:

غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا قاعدہ میں جس ضمان کا تذکرہ ہے وہ ضمان الاعیان سے تعلق رکھتی ہے، نا کہ ضمان الذمم۔ ضمان الذمم میں ضامن کوئی عمل سرانجام نہیں دیتا۔ جبکہ ضمان الاعیان میں ضامن مبیع کے تلف ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اس کی مکمل دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس کوشش اور دیکھ بھال کے بدلے میں اسے ضمان کے عوض کا مستحق قرار دیا گیا جبکہ ذمہ کی ضمان میں تو ضامن نا کوئی کوشش سرانجام دیتا ہے اور نا ہی کوئی دیکھ بھال وغیرہ کرتا ہے۔ لہذا الخراج بالضمان سے یہاں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری اہم چیز یہ کہ الخراج بالضمان میں جو ضمان ہے وہ تابع ضمان ہے، نا کہ مستقل ضمان۔ اور تابع ضمان کے جواز پر کسی کا اختلاف نہیں ہے اور مستقل ضمان کی فروخت میں جمہور اہل عدم جواز کے قائل ہیں۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ مستقل ضمان کی نوعیت کے ساتھ خاص ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ استدلال درست نہیں ہے۔

---

[24] : ملحم، سليمان بن أحمد، أخذ العوض على الضمان، مجلة الجمعية الفقهية السعودية، 2014م، السعودية، ص: 45

malham, sulayman bin 'ahmadu, 'akhadh aleawad ealaa aldamani, majalat aljameiat alfiqhiat alsaeudiat, 2014m, alsaeudiat, page: 45

[25] : النسائي ، أبو عبدالرحمن، سنن النسائی ، مکتب المطبوعات الإسلاميہ ،حلب ،1986م، ج: 7، ص: 254، حديث: 4490

alnasayiyu , 'abu eabdalrahmana, sunan alnasayiy , maktab almatbueat al'iislamiih ,halab ,1986m, ja: 7, page 254, hadithi: 4490

تیسری بات یہ کہ الخراج بالضمان کا وہ مفہوم مراد لیا جائے جو قائلین لے رہے ہیں، تو ایک دوسری حدیث کے معنیٰ میں خلل پیدا ہو جائے گا اور آپس میں تعارض لازم آئے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**الزعیم غارم**"[26] یعنی ضامن نقصان کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔ جبکہ قائلین کے اس استدلال سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ "الزعیم غانم" یعنی ضامن فائدہ میں رہتا ہے۔ اس غلط استدلال کی وجہ سے یہاں تضاد پیدا ہو رہا ہے، لہٰذا اس معنیٰ کو ہر گز مراد نہیں لیا جا سکتا۔

چوتھی اہم بات یہ کہ الخراج بالضمان میں کوئی ایسی صورت نہیں پائی جاتی کہ جس میں معاملہ قرض کی طرف جائے اور پھر نتیجتاً سود کی طرف چلا جائے۔ جبکہ ضمان کے عوض میں قرض کی صورت بہت حد تک پائی جارہی جو سود کی طرف لے جاتی ہے اس لیے بھی اس قاعدہ سے استدلال مطابقت نہیں رکھتا ہے۔

دلیل ثانی:

«نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة، وعن بيع وسلف، وعن ربح ما لم يضمن ، وعن بيع ما ليس عندك»[27]

حضور اکرم ﷺ نے ایک ہی بیع میں دو بیع جاری کرنے سے منع فرمایا اور بیع کے ساتھ ساتھ ادھار والی بیع ملانے سے بھی منع فرمایا اور اس نفع سے بھی منع فرمایا جس کی ضمانت نہ ہو اور اس چیز سے بھی منع فرمایا جس کا قبضہ اور ملکیت آپ کے پاس نہ ہو۔

اب یہاں حدیث میں ضمان پر نفع اس وقت نہیں کما سکتے جب اس کی ذمہ داری نہ اٹھالی جائے، جبکہ ضمان پر عوض میں ذمہ داری اٹھالی جاتی ہے اس لیے یہاں جائز ہے۔ یعنی حدیث کا مفہوم مخالف یا جسے دلیل خطاب کہا جاتا ہے اس موقف کی حمایت کرتا ہے۔

دلیل کا جائزہ:

یہ استدلال سابق دلیل سے بھی کمزور ہے، جن امور اور مسائل کا شکار دلیل سابق بنی ہے انہیں مسائل سے یہ استدلال بھی متاثر ہے۔ بلکہ یہاں دو امور اور بھی اس استدلال کی مخالفت میں موجود ہیں۔ پہلا امر دلیل خطاب سے مدد لینا، اور یہ سب سے کمزور ترین دلیل ہے۔ دو دوسرا امر یہ کہ اس حدیث میں مشتری کے فوائد حاصل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مبیع کو اپنے ضمان میں لے اگر مبیع اس کے ضمان میں نہیں ہے تو اس کے لیے فوائد حاصل کرنا بھی جائز نہیں۔ جبکہ یہاں یعنی ضمان پر عوض لینے میں کوئی چیز جس کی حیثیت مبیع کی ہو سرے سے موجود ہی نہیں ہوتی، تو اس حدیث سے کیسے دلیل لی جا سکتی ہے؟

دلیل ثالث:

یہ قاعدہ ثابت شدہ ہے کہ معاملات میں اصل حکم اباحت کا ہی ہوتا ہے، جب تک کوئی نص اس کی حرمت پر دال نہ ہو، لہٰذا یہاں کوئی نص ضمان پر عوض حاصل کرنے کی حرمت پر دال نہیں ہے اس لیے یہ جائز ہے۔ جیسا کہ الشیخ عبداللہ بن منیع رقمطراز ہیں؛

"القول بعدم جواز أخذ العوض على الكفالة قول لا يستند – فيما نعلم- على نص من كتاب الله، ولا من سنة رسوله، ولا من أقوال أصحابه رسول الله، ولا من أفعال، والأصل في المعاملات الإباحة ، ومن المعاملات الكفالة والضمان"[28]

ہمارے علم کے مطابق کفالہ اور ضمان پر عوض لینے کے عدم جواز کی کتاب و سنت سے اور نہ ہی صحابہ کرام کے اقوال و افعال سے کوئی مستند دلیل موجود نہیں ہے۔ جبکہ اصل حکم بھی معاملات میں اباحت کا ہی ہے، اور حال یہ ہے کہ کفالہ اور ضمان دونوں معاملات میں سے ہیں۔

دلیل کا جائزہ:

---

26 : أبو داود، سليمان بن داود، مسند أبي داود الطيالسي،، دار هجر، مصر، 1416ه ، ج: 5، ص: 417 ، حديث: 3565
'abu dawud, sulayman bin dawud, musnad 'abi dawud altiyalsii,, dar hijar, masr, 1416h , ju: 5, page: 417 , hadithi: 3565

27 : أحمد، ابن حنبل، مسند أحمد،موسسہ رسالہ، 2001م ، ج: 11، ص: 203، حديث: 6628
'ahmadu, Ibn-e- hanbul, musnad 'ahmadu,musush rasalh, 2001m , vol: 11, page 203, hadithi: 6628

28 : منيع، عبد الله بن سليمان، مجموع فتاوى وبحوث، دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض، 1999م، ج:3، ص: 331
maniea, eabd allh bin sulayman, majmue fatawaa wabuhutH, dar aleasimat lilnashr waltawzie, alrayad, 1999m, ja:3, page 331

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

یہ دعویٰ کہ کوئی نص اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ضمان پر معاوضہ نہیں لیا جاسکتا، ایک غیر حقیقت پر مبنی ہے، کیونکہ سابق میں مانعین کی کئی ادلہ اس دعویٰ کو مسترد کررہی ہیں، جن میں سے بڑی دلیل اجماع اور پھر قاعدہ فقہیہ کہ کل قرض جر منفعہ جس کا مفصل تذکرہ سابق میں گزر چکا ہے، بھی اس دعویٰ کو مسترد کررہا ہے۔ چونکہ مانعین کے پاس ایک نہیں بلکہ متعدد دلائل ہیں اس لیے قائلین کی یہ دلیل بے معنیٰ ہے۔ جن میں سے قوی ترین دلیل اجماع اور دوسری قرض پر نفع لینے کی مانند ہونا، جو سود کی طرف لے جاتا ہے۔ لہٰذا قائلین کی یہ دلیل متحقق نہیں ہوسکتی۔

دلیل رابع: مصالح مرسلہ

وضاحت: ضمان پر عوض لینے میں لوگوں کی مصلحت پنہاں ہے، جیسا کہ الشیخ علی الخفیف لکھتے ہیں؛

"ولأنه أمر تدعو إليه المصلحة .... وعلى هذا فإن أخذ العوض على الضمان وتحمل التبعة أمر مباح بالإباحة الأصلية وجائزة على ما فيه من مصلحة مرسلة"[29]

چونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں لوگوں کی مصلحت پیش نظر ہے، اس لیے ضمان پر عوض لینا جائز ہے۔ اور ذمہ داری کو اٹھانا اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے، کیونکہ اس معاملہ میں شرعی حکم مصالح مرسلہ کی بناء پر ہے۔

دلیل کا جائزہ:

قائلین کی یہ دلیل کہ ضمان پر عوض لینے میں لوگوں کی مصلحت ہے، محل نظر ہے۔ کیونکہ لوگوں کی مصلحت مختلف رہتی ہیں، ہر ایک کی مصلحت درست نہیں ہوسکتی۔ ہر مصلحت کا شریعت کی نظر میں معتبر ہونا ضروری ہے، اس کے بعد اس کی بناء پر حکم جاری کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مصالح کی تین اقسام ہیں، پہلی قسم میں ایسی مصالح آتی ہیں جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے، دوسری قسم میں وہ مصالح جن کو شریعت نے رد کردیا ہو اور وہ مقاصد شریعت یا نصوص شریعت کے خلاف ہوتی ہیں، تیسری قسم میں مصالح مرسلہ آتی ہیں، جس سے قائلین نے استدلال کرنا چاہا ہے۔ اس سے مراد وہ مصالح ہوتی ہیں جن کے مردود اور مقبول ہونے میں شریعت کی طرف سے کوئی تائید موجود نہ، لیکن فقہاء گہری غور وفکر کے بعد اس کے معتبر یا مردود ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں۔

اب یہاں ضمان پر عوض کے سلسلہ میں کئی مفاسد اور مخالف نصوص موجود ہیں اور اجماع بھی موجود ہے، لہٰذا اس کو مصالح مرسلہ کا درجہ نہیں مل سکتا، بلکہ یہ مصالح ملغاۃ یعنی مردود مصالح میں شمار ہوگی، جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری بات اگر ضمان پر عوض میں لوگوں کی مصلحت ہے تو قرض پر نفع لینے اور دینے میں بھی لوگوں کی مصلحت موجود ہے بلکہ بالاولیٰ موجود ہے، اس کے باجود شارع علیہ السلام نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی وہی مصالح قابل اعتبار ہیں جن میں پورے معاشرے کی اصلاح کا پہلو ہو اور دوسرے کو نقصان سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

دلیل خامس: قیاس

وضاحت: فقہ حنبلی اور شافعی میں کسی کی بزرگی وکرامت (اچھی شہرت وجان پہچان، طمطراق، مقام ومرتبہ) کے ذریعہ کوئی کام کروانا اور پھر اس پر عوض مقرر کرنا جائز ہے۔ اب یہ بزرگی کی بناء پر نفع کمانا یا عوض لینا اگر جائز ہے تو ضمان بھی تو اسی قسم کی ایک حقیقت ہے۔[30] جیسا کہ مبدع میں ہے کہ؛

"إذا قال: اقترض لي مائة، ولك عشرة صح؛ لأنه في مقابلة ما بذل من جاهه"[31] (جب کوئی کہے کہ میرے لیے کسی سے اپنے نام پر سو روپے قرض لے دو، اس میں سے دس روپے آپ کو دوں گا، ایسا کرنا جائز ہے، صحیح ہے۔ کیونکہ یہاں یہاں مقام ومرتبہ کے عوض لیا گیا ہے)

---

[29] : ملحم، أخذ العوض على ضمان، ص: 86
malham, 'akhadh aleawd ealaa damani, page: 86

[30] : الدبيان، دبيان بن محمد، المعاملات المالية أصالة ومعاصرة، 1432هـ، ج: 12، 506
aldibyan, dibyan bin muhamadi, almueamalat almaliat 'asalat wamueasaratu, 1432H, ja: 12, 506

[31] : ابن مفلح، المبدع في شرح المقنع، دار الكتب العلمية، بيروت، 1997م، ج: 4، ص: 213
Ibn-e- mufliH, almubdie fi sharh almuqaniei, dar alkutub aleilmiati, bayrut, 1997m, ju: 4, page: 213

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

دلیل کا جائزہ:

یہاں الجاہ پر عوض لینے کے جواز پر قیاس ایک مناسب اور سالم دلیل معلوم ہوتی ہے۔ سابق میں اس طرح کی جو ادلہ قائلین کی طرف سے پیش گئی تھیں، ان میں ایک مسئلہ درپیش رہتا تھا کہ قرض پر نفع کا راستہ کھلتا نظر آتا تھا۔ جبکہ یہاں مکفول یا مضمون پہلے سے کوئی مقروض نہیں ہے، جیسا کہ ضمان میں مضمون اصلا مقروض ہوتا ہے۔ اگر یہاں کوئی شخص اپنے مقام و مرتبہ کے ذریعہ کسی کا مسئلہ حل کرواتا ہے اور اس پر عوض لیتا ہے تو اس میں کسی قسم کی قباحت لازم نہیں آتی۔ اب قائلین کا یہ کہنا کہ مقام و مرتبہ ایک معنوی چیز ہے جس کے ذریعہ نفع اور عوض لیا جاسکتا ہے تو اسی طرح ضمان بھی ایک معنوی چیز ہے اس پر عوض یا نفع کیوں نہیں لیا جاسکتا؟ یہ ایک مناسب دلیل معلوم ہوتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ترجیح

مندرجہ بالا دلائل اوران کے جائزے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ طرفین کے پاس دلائل موجود ہیں۔ اور مانعین کی ادلہ قدرے قوی اور مضبوط نظر آتی ہیں۔ جبکہ قائلین کی ادلہ مصالح اور لوگوں کی منفعت پر قائم ہیں، جن میں سے آخری دلیل کافی مضبوط ہے۔

دلائل اور ان کے جائزے کہ بعد یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ عصر حاضر کے مسائل کی نوعیت کے پیش نظر ضمان پر عوض کے مطلق طور حرمت کا یا اباحت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ جواز اور عدم جواز کی ادلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص مسائل میں جواز اور دیگر کچھ مسائل میں عدم جواز کا فتویٰ بہترین راستہ ہے جو درستگی کے بہت قریب ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ضمان پر عوض مقرر کرنے سے اگر کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی تو اس صورت میں ضمان پر عوض اور نفع کمایا جاسکتا ہے اور اگر کوئی شرعی قباحت لازم آ رہی ہو تو نہ جائز ہو گا، مثلا جب ضمان قرض پر دی گئی ہو تو یہاں قرض سے نفع اٹھانے کی صورت بن جاتی ہے جو صراحتا حرام ہے۔ قرض کی اس ضمان پر تمام فقہاء کے عدم جواز کا فتوٰی ہی درست ہے اور امام منذر و دیگر ائمہ کی طرف سے بیان کردہ اجماع بھی اسی صورت پر محمول نظر آتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کے باجود قرض پر ضمان کا عوض لینے کا قائل ہے تو اسے واضح دلائل کی مخالفت پر مرجوح موقف قرار دیا جائے گا۔

دوسری صورت؛ اگر ضمان کی قسم تابع میں سے ہے یعنی مستقل نہیں بلکہ مبیع کا حصہ ہے تو اس ضمان پر عوض لینا یا دینا معفو ہے۔ مثلا آپ موبائل خریدتے ہیں تو اس کے صحیح ہونے اور متعین مدت تک صحیح رہنے کی ضمانت اس میں پہلے سے شامل ہوتی ہے۔ اگر اس میں وہ ضمانت شامل نہ ہو تو اس کی قیمت میں یقینا فرق ہو گا۔ اس کو تابع ضمان کہتے ہیں جس کی اجازت ہے۔

عمومی طور ضمان کا تعلق جب قرض سے ہو گا تو وہاں قرض پر فائدہ لینے کا عنصر پایا جائے گا جو سود کی طرف لے جاتا ہے۔ لہذا ضمان پر عوض لینا بذاتہ ناجائز ہونے کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ بعض دفعہ شرعی ممنوعات کی طرف لے جاتا ہے اس لیے یہ ممنوع ہوتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

خلاصہ و نتیجہ

بحث ھذا میں ضمان پر عوض مقرر کرنے کے حوالہ سے قائلین اور مانعین کی ادلہ کے مطالعہ کے بعد ان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دلائل کے تجزیے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ مانعین کی ادلہ زیادہ مضبوط اور قوی ہیں بنسبت قائلین کے۔ دوسری طرف ایسا بھی نہیں ہے کہ قائلین کی ادلہ قابل التفات نہیں ہیں، یقیناً ان میں بھی قوت موجود ہے اگرچہ ان میں سے بعض کا مؤثر جواب بھی موجود ہے۔ بہر حال اس جائزہ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ مطلق طور پر ضمان پر عوض مقرر کرنا ممنوع نہیں ہے اور نہ ہی مطلق طور پر جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ضمان سے جہاں لوگوں کے لیے خیر کا پہلو نکلتا ہے اور وہاں باہمی ہمدردی بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ضمان اگر خالص خیر خواہی اور رضاکارانہ طور پر ہو تو یہ بڑی نیکی کا کام ہے اور اگر عوض پر ضمان لی یا دی جائے تو اس کی مختلف صورتیں معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ وہ تمام صورتیں جو شرعی ممنوعات کی طرف لے جائیں وہ حرام کے زمرے میں آئیں گی۔ مثلاً کسی کے قرض پر ضمان دینا اور پھر اس پر عوض لینا یا دینا سود کی طرف لے جاتا ہے اور اخلاص کا پہلو بھی ختم ہو جاتا ہے جو اس ضمان کی طبع میں موجود ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر صورتیں یعنی قرض کے علاوہ مثلاً کسی کے جائز اور مستحق کام کی ضمان دینا جس سے مضمون کو فائدہ ہو اس پر عوض لینا، عمومی طور پر کسی شرعی قباحت کو لازم نہیں ہوتا ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر صورتوں میں ضمان پر عوض لینا جائز ہے۔ گویا کہ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ضمان پر عوض لینا یا دینا اپنی ذات کے اعتبار سے ممنوع نہیں ہے بلکہ ان عوامل اور اوصاف کی وجہ سے ممنوع ہوتا ہے جو کسی شرعی ممانعت کی طرف لے جائے۔

المصادر والمراجع

1. القرآن
2. ابن فارس، أحمد، معجم مقاييس اللغہ، دار الفكر، بيروت، 1979م
3. الفيومي، أحمد بن محمد، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، المكتبة العلمية، بيروت
4. الجوهري، إسماعيل بن حماد، الصحاح، دار العلم للملايين، بيروت، 1407هـ
5. المرغيناني، علي بن أبي بكر، الهداية شرح البداية، المكتبة الإسلامية
6. الصاوي، أحمد بن محمد الخلوتي، حاشية الصاوي على الشرح الصغير، دار الكتب العلمية، بيروت،
7. زكريا، الأنصاري أسنى المطالب، دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ
8. ابن قدامة، عبد الله بن أحمد، المغني مع الشرح الكبير، دار الحديث القاهرة، 1968م،
9. ابن المنذر، محمد بن إبراهيم، الإشراف على مذاهب أهل العلم، لابن المنذر، دار إحياء التراث الإسلامي، 1406هـ
10. الدردير، سيدي أحمد، الشرح الكبير، دار الفكر، 2008م
11. ابن المنيع، عبد الله، التأمين بين الحلال والحرام، مركز الفيصل للبحوث
12. الكوسج، إسحاق بن منصور بن بهرام، مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، عمادة البحث العلمي، المدينة المنورة، 2002م،
13. العبدري، محمد بن يوسف، التاج والإكليل لمختصر خليل، دار الكتب العلمية، 1994م
14. ابن رشد، محمد بن أحمد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، دار الحديث القاهرة، 2004م
15. لجنة العلماء، الفتاوى الهندية، دار الفكر، 1310هـ
16. الكاساني، أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، 1986م
17. ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى، دار الوفاء، 2005م
18. ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، دار إحياء التراث العربي، 2002م
19. الماوردي، علي بن محمد، الحاوي الكبير، دار الكتب العلمية، 1999م
20. نزيه، حماد، قضايا فقهية معاصرة في المال والاقتصاد، دار البشير، جدّه، 2001م
21. ملحم، سليمان بن أحمد، أخذ العوض على الضمان، مجلة الجمعية الفقهية السعودية، 2014م، السعودية
22. النسائي ، أبو عبدالرحمن، سنن النسائی ، مكتب المطبوعات الإسلاميہ ،حلب ،1986م
23. أبو داود، سليمان بن داود، مسند أبي داود الطيالسي، دار هجر، مصر، 1416ه
24. أحمد، ابن حنبل، مسند احمد،موسسہ رسالہ، 2001م
25. منيع، عبد الله بن سليمان، مجموع فتاوى وبحوث، دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض، 1999م
26. الدبيان، دبيان بن محمد، المعاملات المالية أصالة ومعاصرة، 1432هـ
27. ابن مفلح، المبدع في شرح المقنع، دار الكتب العلمية، بيروت، 1997م